بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

وَبَعْدُ:

06-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ،

اور ہم پہنچے تھے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جملے پر اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے "وَهُوَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْإِيمَانُ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ عقیدہ جو ہے اس کی تاصیل ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے سوال کے جواب میں جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا" مَا الإِسْلَامُ؟ مَا الإِيمَانُ؟ مَا الإِحْسَانُ؟ مَتَى السَّاعَةُ؟"(کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ اور قیامت کب قائم ہو گی؟)۔ تو ایمان کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآہ وسلم نے فرمایا" أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ"۔

((اور یہ معروف حدیث ہے صحیح مسلم کی حدیث جسے حدیث جبریل (علیہ الصلاۃ والسلام) بھی کہتے ہیں))۔

عقیدے کا سب سے پہلا اصول ارکان ایمان ہے یہ اساس اور بنیاد ہے اور ارکان ایمان میں سے جو سب سے پہلا رکن ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان "الْإِيمَانُ بِاللَّهِ"۔

الایمان باللہ کا معنی کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تحقیق کیسے ہوتی ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایمان کی تعریف میں لغت کے اعتبار سے، بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایمان کا معنی ہے لغت میں تصدیق کرنا کہ میں نے

تصدیق کی ہے یا میں ایمان لے کر آیا ہوں کسی چیز پر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، لیکن جو صحیح بات ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں تفسیر میں یہ معنی درست نہیں ہے یعنی ناقص معنی ہے، ایمان لغت کے اعتبار سے ''الإقرار بالشيء عن تصديق به''(آپ ایک چیز کی تصدیق کرتے ہیں پھر اس پر اقرار بھی کرتے ہیں (صرف تصدیق کافی نہیں ہے))۔ اور پھر لغت کے اعتبار سے آپ یہ کہتے ہیں ''آمنت بكذا وأقررت بكذا وصدقت فلاناً'' آمنت فلاناً ہم نہیں کہتے کیونکہ اس میں حرف جر ہوتا ہے، اقرار کے ساتھ حرف جر کا ہونا لازمی ہوتا ہے "آمنت باللہ" لیکن "صدقت باللہ" نہیں آئے گا، یا تصدیق کے لفظ کے ساتھ حرف جر نہیں آتا۔

تو ایمان کا معنی ہے تصدیق سے زیادہ جسے اقرار کہتے ہیں اور اقرار یہ وہ اعتراف ہے جس سے دو چیزیں لازم آتی ہیں، خبر کا قبول کرنا ہے اور جو احکام ہیں ان کے سامنے اپنا سر خم کر کے تسلیم کرنا ہے کیونکہ وحی دو چیزوں پر قائم ہے یا تو خبریں ہیں اخبار ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی جو اور دوزخ کی جو ہمیں خبریں ملی ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو ذکر فرمایا ہے یہ اخبار ہیں) اخبار کی تصدیق کرنی ہے قبول کرنا ہے، قصص الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں یہ خبریں ہیں۔ کیسے ایمان لے کر آنا ہے؟ ''القبول'' قبول کرنا ہے کہ یہ خبریں جو ہیں یہ قصے جو ہیں یہ صحیح اور سچ ہیں۔

اور دوسری چیز جو ہے وہ ہے ''الأحكام'' کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے (أوامر اور نواہی جسے کہتے ہیں)۔ ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرۃ: 43) یہ احکام ہیں۔ اِن کے سامنے کیا کرنا ہے؟ اپنا سر خم کر کے تسلیم کرنا ہے اور عمل کرنا ہے۔

تو ایمان سے مراد یہ وہ اقرار ہے جس سے یہ دو چیزیں لازم آتی ہیں، خبر کا قبول کرنا ہے اور جو احکام ہیں اُن کے سامنے اپنا سر خم کر کے تسلیم کرنا ہے لیکن اگر صرف یہ کہا جائے ایمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف موجود ہے تو یہ ایمان نہیں ہے یہ کافی نہیں ہے جب تک کہ اس ایمان کے ساتھ یہ دو چیزیں نہ ہوں، خبر کو قبول کرنا ہے اور احکام کو تسلیم کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان چار چیزوں پر مشتمل ہے یعنی جب تک یہ چار چیزیں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان ممکن نہیں ہے (یعنی صرف ناقص ہی نہیں ہے بلکہ صحیح نہیں ہے) اس تفصیل کے ساتھ جو ہم ابھی بتائیں گے، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''الايمان بالله يتضمن أربعة أمور''(چار چیزوں پر مشتمل ہے):

1-"الإيمان بوجوده سبحانه وتعالى"(اللہ تعالیٰ وجود پر ایمان)۔

2-"الإيمان بربوبيته، أي: الإنفراد بالربوبية"(اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سچا واحد ربّ ماننا،اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں منفرد ہے اُس جیسا کوئی ربّ نہیں ہے)۔

3-"الإيمان بانفراده بالألوهية"(اللہ تعالیٰ واحد سچا معبود ہے اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں)۔

4-"الإيمان بأسمائه وصفاته"(اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان)۔

اور ایمان کی تحقیق اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی(یعنی ان چار چیزوں کے بغیر)۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان نہیں رکھتا وہ مومن ہی نہیں ہے،اور جس نے اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان رکھا لیکن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی انفرادیت پر ایمان نہیں رکھا تو وہ بھی مومن نہیں ہے(یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کو مان لیا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے لیکن ایک سچا ربّ نہیں مانتا،وجود کو مانتا ہے لیکن ربوبیت کا انکار کرتا ہے تو وہ بھی مومن نہیں ہے)،اور جس نے وجود کو بھی مان لیا ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی انفرادیت کو بھی مان لیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو نہیں مانتا یہ نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ واحد سچا معبود ہے یہ بھی مومن نہیں ہے،اور جس نے اللہ تعالیٰ کے وجود کو بھی مانا ہے اللہ تعالیٰ کو ایک واحد سچا ربّ بھی مانا ہے اور ایک سچا معبود بھی اس نے مان لیا ہے لیکن اسماء وصفات کا انکار کرتا ہے تو ایسا شخص بھی مومن نہیں ہے اور اس کی تفصیل ہے کہ یا تو اس کے ایمان کا مکمل خاتمہ ہے مومن ہی نہیں ہے سرے سے یا اس کا ایمان ناقص ہے۔

(جیسے آگے بیان ہوگا ان شاءاللہ کہ کس طریقے سے اسماء وصفات کے باب میں لوگوں نے غلطیاں ہوئی ہیں اور اہل قبلہ کے یہ جو فرقے بنے ہیں جس کا مقدمے میں پہلے بھی کچھ ذکر شیخ صاحب نے فرمایا ہے)۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلائل ہیں(یعنی جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں ایتھیسٹ(Atheist)ہیں کسی خالق کو نہیں مانتے)اگر آپ اس کو بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو سب سے پہلے کیا سوال کرے گا وہ آپ سے ؟کہ آپ کی دلیل کیا ہے؟کیا دلیل ہے اُن کے نزدیک ؟عقل ہے اور لاجک(Logic)،منطق ہے اور اُن کے پاس کچھ نہیں ہے کیونکہ شریعت کو وہ مانتے نہیں ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے ؟ ہم یہ کہتے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر جو دلائل ہیں وہ عقل ہے، حس ہے، اور شرع ہے۔ عقل دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے وجود پر، حس یعنی محسوس حقیقت بھی دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے وجود پر، اور شریعت بھی دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے وجود پر۔ یہ تین ہیں اور چوتھا بھی آپ اس میں شامل کردیں شیخ صاحب فرماتے ہیں "الفطرة" فطرت بھی دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے وجود پر۔

تو یہ چار دلائل ہیں یعنی شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ چار دلائل ہیں (۱) عقلی دلائل۔ (۲) محسوس حقیقت۔ (۳) فطرت۔ (۴) شریعت۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں شریعت کو مؤخر اس لیے نہیں کیا ہے کہ اس کی جگہ بعد میں ہے، شریعت سب سے پہلے ہونی چاہیے لیکن جس سے ہم خطاب کر رہے ہیں جو مخاطب ہے وہ کون ہے؟ وہ شریعت کا انکار کرنے والا ہے وہ مانتا ہی نہیں ہے اس لیے اگر آپ پہلے قرآن اور سنت کے دلائل شروع کردیں گے تو کہاں مانے گا وہ! تو شریعت کو اس لیے مؤخر کیا ہے کہ پہلے بتدریج اسے عقلی دلیل دیں گے، پھر محسوس حقیقت کی بات کریں گے، پھر فطرت کی بات کریں گے، پھر جب شریعت کی بات کریں تو ماننے کے سوا اس کے پاس کوئی اور چارا نہیں ہوگا (تو یہ ترتیب ہوتی ہے ہمیشہ)۔

عقلی دلائل کیا ہیں؟ عقل کے دلائل شیخ صاحب فرماتے ہیں، ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ جو پوری کائنات ہے کیا اس نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے یا اچانک کو ایکسیڈنٹلی (Co-accidentally) وجود میں آئی ہے ؟ دو آپشن (Option) ہیں نا یا تو خود اس نے آپ کو پیدا کیا ہے، یا اس نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا اچانک آئی ہے (تیسرے آپشن (Option) کا ذکر نہیں کیا کہ کسی اور نے اس کو پیدا کیا ہے کیونکہ مانتے نہیں ہیں ابھی) تو ہم عقل کو یہاں تک لے کر آتے ہیں جہاں تک وہ سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں، اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس کائنات نے پیدا کیا ہے وجود میں لائی ہے "فمستحيل عقلًا" ناممکن ہے عقلاً (ہم بات عقلی دلیل کی کر رہے ہیں نا تو عقلاً ناممکن ہے) کیونکہ ایک معدوم چیز جس کا

وجود ہی نہیں ہے وہ اپنے آپ کو کیسے وجود میں لا سکتی ہے ؟! (کیا خیال ہے ایک معدوم چیز ہے یہ معدوم چیز اپنے آپ کو وجود میں لا سکتی ہے کبھی ؟) نہیں لا سکتی۔ تو عقل کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔

دوسرا پھر کیا آپشن (Option) کیا ہے ؟ کہ ٹھیک ہے ہم نے یہ تو مان لیا ہے کہ اپنے آپ کو وہ وجود میں نہیں لائی کیونکہ مستحیل ہے عقلاً تو نا ممکن ہے تو اچانک تو ہو سکتی ہے نا یوں ہی اچانک بس ؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس شخص سے مخاطب ہوتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے اور صدفۃ (Co-accident) کی دلیل لے کر آتا ہے کہ اچانک یہ سب وجود میں آیا ہے، یہ جو جہاز بنے ہوئے ہیں اور راکٹس ہیں، گاڑیاں ہیں، مختلف قسم کے آلات بنے ہیں کیا اچانک خود بخود ایسے ہی آ گئے ہیں یہ ؟ تو کہیں یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ انسان نے تو بنائے ہیں نا (یہ انسان کی پروڈکشن ہے انسان نے ان کو بنایا ہے) تو پھر اسی طریقے سے یہ جو پرندے ہیں، پہاڑ ہیں، سورج ہے، چاند ہے، آسمان کے تارے ہیں، درخت ہیں، مٹی ہے، کوئلہ ہے، سمندر ہیں یہ بھی کبھی اچانک نہیں آ سکتے وجود میں۔

اگر انسان یہ مانتا ہے کہ جو چیزیں بنی ہیں یہ مائیکروفون لگا ہے، یہ موبائل فون ہے یہ اچانک خود بخود وجود میں آ گئے ہیں کیا ؟! یہ گاڑیاں جس چیز پر ہم آئے ہیں یہ جتنی بھی صناعت کی چیزیں ہیں یہ فیکٹری میں بنی ہیں اور انسان نے بنائی ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وجود میں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والا جب سورج کو دیکھتا ہے، چاند کو دیکھتا ہے، زمین جس پر چلتا ہے اسے دیکھتا ہے، پہاڑوں کو دیکھتا ہے، درند پرند کو دیکھتا ہے یہ اچانک کیسے آ سکتے ہیں بغیر خالق کے ؟! اگر یہ موبائل فون بغیر بنانے والے کے وجود میں اس کا ہونا نا ممکن ہے تو آسمان کا یہ چمکتا ہوا سورج بغیر خالق کے کیسے وجود میں آ سکتا ہے ؟! اگر یہ موبوئل فون خود بخود اچانک نہیں ہو سکتا دنیا میں تو یہ زمین وجود میں کیسے آ سکتی ہے دنیا میں ؟! اس کا نظام دیکھیں آپ کس طریقے سے اس کا نظام چل رہا ہے (سبحان اللہ)۔

ابھی عقلی دلائل اگلی دلیل شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ہندوستان سے ایک گروہ آیا ہے (ایک جماعت یا ایک گروہ ہے) سمنیۃ جسے کہتے ہیں امام ابو حنیفہ کی طرف (رحمہ اللہ) مناظرے کے لیے خالق کے وجود کے تعلق سے کہ خالق موجود ہے کہ نہیں۔ تو امام صاحب نے اُن کو کہا کہ ایک یا دو دن کے بعد مجھ سے ملاقات کرو بات

کریں گے۔ تو دو دن کے بعد آئے تو امام صاحب خاموشی سے کچھ سوچ رہے تھے تو انہوں کہا کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک سفینہ (کشتی) آئی ہے جس میں بہت سارا سامان ہے (گڈز (goods) وغیرہ) بندرگاہ پر آئی ہے اور جو بھی سامان تھا وہ سب اُترا ہے اور پھر وہ واپس چلی گئی ہے، کوئی کیپٹن نہیں کوئی کرُو (Crew) نہیں کوئی بھی اس میں کام کرنے والا نہیں کوئی مزدور نہیں یہ سب خود بخود ہوا ہے۔ کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے عقل کہاں ہے تمہاری؟! یہ تو ممکن نہیں ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کشتی آتی ہے اُس میں سامان بھی بھرا ہوا ہے اور پھر وہ بندرگاہ پر خود پہنچتی ہے بغیر کیپٹن کے، اور پھر وہ سامان بھی اُتار دیتی ہے بغیر کرُو (Crew) بغیر مزدوروں کے پھر وہ چلی بھی جاتی ہے یہ تو ناممکن ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا! تو امام صاحب نے جواب دیا ہے "اگر یہ معقول نہیں ہے ناممکن ہے عقلاً تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے عقل کے اعتبار سے کہ آسمان، یہ سورج، چاند، تارے، پہاڑ اور یہ درخت اور جانور اور لوگ یہ بغیر خالق کے کیسے ہو سکتے ہیں؟!"۔ خاموش ہو گئے اور لاجواب ہو گئے!

کتنی پیاری مثال ہے! عقل کی بات کرتے ہیں اس دنیا کے نظام کو دیکھ لیں آپ، سورج کی حرکت کو دیکھ لیں، چاند کی حرکت کو دیکھ لیں، وقت کو دیکھ لیں! چھوڑ دیں، انسان کے سسٹم کو دیکھ لیں انسان دیکھتا کیسے ہے، انسان سنتا کیسے ہے، انسان بولتا کیسے ہے (سبحان اللہ)۔ یعنی ایک کشتی بغیر کیپٹن کے بغیر کرُو (Crew) کے ناکارہ ہے (چل سکتی ہے اس کا کوئی کام ہو سکتا ہے؟!) تو پورا نظام کائنات کیسے چل سکتا ہے بغیر خالق جلّ شانہ سبحانہ وتعالیٰ کے؟!

اگلی عقلی دلیل معروف دلیل ہے یہ بھی عقلاً کہ ایک بدو اعرابی سے یہ کہا گیا تم نے اپنے ربّ کو کیسے پہچانا؟ ایک بدو جو اَن پڑھ ہوتے ہیں اس سے کسی نے پوچھا "بم عرفت ربك؟" (تم نے اپنے ربّ کو کیسے پہچانا؟)۔ بڑی پیاری بات فرمائی ہے، فرماتا ہے "الأثر يدل على المسير، والبعرة تدل على البعير" ((اس نے اپنی بدو والی بات کی ہے) زمین پر قدموں کے نشان دلالت کرتے ہیں چلنے والے کی یہاں سے کوئی چل کر گیا ہے (ظاہر ہے کوئی چل کر گیا ہے تو نشان ہیں بلکہ آپ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ چلنے والا مرد ہے بچہ ہے چھوٹا ہے بڑا ہے عورت ہے آپ اس کے نشان کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں، سبحان اللہ) تو زمین پر چلنے سے قدموں کے نشان دلالت کرتے ہیں چلنے والے کی اور جانور کے فضلات جو ہیں وہ دلالت کرتے

ہیں کہ یہاں سے جانور گزر کر گیا ہے تو یہ تاروں بھرا آسمان، اور یہ راستے بھری زمین، اور موجیں مارتا ہوا سمندر جو ہے کیا السمیع البصیر پر دلالت نہیں کرتے؟ (سبحان اللہ))۔

اور اسی عقلی دلیل کو آخر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے سورۃ الطور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ (الطور:35) (کیا یہ بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے ہیں یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟ (سبحان اللہ))۔

وہی بات ہے کہ نہیں جو ابھی بتائی ہے یہ عقلی دلیل ہے قرآن مجید میں۔ قرآن مجید میں دو قسم کے دلائل ہیں شرعی دلائل بھی ہیں اور عقلی دلائل بھی ہیں کیونکہ قرآن مجید کو ماننے والے سب لوگ نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے آسانی کی ہے، جو ربّ کے وجود کا منکر ہے اس کے لیے بھی دلائل موجود ہیں قرآن مجید میں۔ جب ہم اس ترتیب سے بتاتے ہیں ایک ایتھیسٹ (Atheist) کو جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے تو اب یہ جتنے بھی عقلی دلائل بیان کیے ہیں دو یا تین جو مثالیں بھی بیان کی ہیں جو ربّ کے وجود کا منکر ہے اس پاس کوئی جواب ہے ان باتوں کا؟ کیا جواب ہے اس کے پاس کیا کہے گا؟! اگر پھر بھی نہیں مانتا تو پھر وہ ہٹ دھرم ہے اور ہٹ دھرم سے آپ کیا گفتگو کر سکتے ہیں اس نے تو پھر راستہ بند کر دیا ہے بات کرنے کا گفتگو کا! تو یہ دو دلائل ہی کافی ہیں دو مثالیں ہی کافی ہیں اس کے لیے (سبحان اللہ)۔

اور پھر جب یہ بات عقل میں تھوڑی سی سمجھ میں آئے گی تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو اپنی پاک کتاب میں یہ بیان فرمایا ہے ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾۔ یعنی دو ہی آپشنز (Options) ہیں یہی دو چیزیں ذہن میں آتی ہیں کہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے؟ نہیں۔ اچانک وجود میں آئے ہیں؟ یہ اچانک بھی نہیں ہو سکتا۔ تو خالق تو پھر کوئی ہے پھر یہ خالق کون ہے؟ کوانسیڈینس (Coincidence) ناممکن ہے عقلاً۔ کوئی اور مخلوق جیسے کرسچن (Christian) کہتے ہیں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، پھر وہ اُن کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے ٹرینٹی (Trinity) کی طرف جانا ہی پڑا اُنہیں کہ ایک نہیں وہ ہیں بھی تین! اور ان کو لازمی کہنا پڑا کہ فادر (Father) بھی ہے، سَن (Son) بھی ہے اور اسپرٹ (Spirit) بھی ہے (کیونکہ

اکیلے بیٹے کا کام ہی نہیں ہے سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اکیلا پیدا ہی نہیں کر سکتا، وہ خود اس کا اقرار کرتے ہیں (سبحان اللہ))۔ کیا یہ بُت ہو سکتا ہے؟ گائے ہو سکتی ہے؟ ناممکن ہے! (سبحان اللہ)۔

الغرض، تو یہ عقلی دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) یہ قطعی دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر (عقلی دلائل قطعی دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر)، دوسری قسم کی دلیل جو ہے وہ ہے "الحس" (محسوس حقیقت)۔

محسوس حقیقت سے مراد کیا ہے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ اس کمرے کا دروازہ ہے آپ کہتے ہیں کیا دلیل ہے؟ آپ اندر کس چیز سے آئے ہو کہاں سے آئے ہو دروازہ کھول کر اندر آئے ہو نا! محسوس دلیل ہے۔

اس وقت دن ہے یا رات ہے؟ دن ہے۔ کیا دلیل ہے؟ کہ روشنی باہر کی سورج کی روشنی ہے (یہ محسوس حقیقتیں ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کی کیا محسوس حقیقتیں بھی ہیں؟ جی ہاں۔ اس کی چند مثالیں دیکھیں:

دعا سب سے پہلی دلیل کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔ کس سے مانگا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے اور دعا قبول ہوئی ہے۔

اور شریعت میں بھی اس کی دلیل موجود ہے متفق علیہ حدیث میں معروف قصہ ہے اعرابی کا جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعے کا خطبہ دے رہے تھے تو اس اعرابی نے گزارش کی کہ مال و متاع ہلاک ہو گیا ہے اور پانی جو ہے نا بہت کم ہے اس لیے آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آسمان کی طرف دیکھا تو کوئی بادل کا ٹکڑا ہی نہیں تھا پھر اچانک ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگ رہے تھے ایک چھوٹی سی بدلی آئی، کہتے ہیں (ڈھال کی مانند چھوٹی سی) پھر وہ بڑھتی گئی اور بارش برسی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی سے جو ہے وہ بارش کے قطرے ٹپکنا شروع ہوئے۔

اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ پورا ہفتہ بھر مسلسل رہی یہاں تک کہ اگلے ہفتے میں پھر اعرابی آکر گزارش کرتے ہیں کہ بارش بہت زیادہ ہوگئی ہے اب دعا کیجیے کہ اب ختم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بارش کے تعلق سے کہ دوسری طرف منتقل ہو جائے اور یہاں تا کہ لوگ محفوظ ہو جائیں (اتنی زیادہ مطلب بارش ہوئی سبحان اللہ)۔ ''حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا'' کہ جو حدیث ہے (سبحان اللہ)۔

تو یہ بھی دلیل ہے محسوس حقیقت کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور بارش ہوئی ہے۔

اور تیسری محسوس دلیل انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کے قصے دیکھ لیں آپ (قصص الانبیاء) اور ایسے بہت سارے دلائل ہیں، سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ﴾ الي آخر الآية (الانبیاء: 83-84)۔

تو ہر نبی نے اپنے ربّ کو پکارا ہے، جو بھی تکلیف تھی جو بھی ضرورت تھی ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ سبحان اللہ۔ تو محسوس حقیقت ہے استجابت ہوئی اور وہ تکلیف بھی ٹل گئی اور ضرورت بھی پوری ہوگئی (الحمد للہ)۔

تو یہ ہے محسوس حقیقت کی دلالت اور پھر اس میں یہ بھی شامل کر دیں آپ کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی کامیابی۔ سب سے بدترین دشمن کا سامنا ہوا دیکھ لیں فرعون کو دیکھ لیں کیا دعویٰ کیا تھا ؟ ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النازعات: 24) صرف ربّ نہیں سب سے بڑا ربّ ہوں۔

مخالفین کون تھے؟ مستضعفین بنی اسرائیل تھے، غلام بنایا ہوا تھا ظلم وستم کرتا رہتا تھا۔ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کیا ہتھیار لے کر گئے ہتھیار تھا اُن کے پاس کوئی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات ہیں (معجزات) ایک لاٹھی تھی، اور ید بیضاء اور پھر ﴿تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ (الاسراء: 101) جو مکمل ہوئے بعد میں۔

فرعون ہلاک ہوا، نمرود بھی ہلاک ہوا، ابو جہل بھی ہلاک ہوا، دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم الصلاۃ والسلام کے سامنے نہیں کھڑی ہو سکیں۔ یہ بھی محسوس دلالت ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے خلاف سب سے بڑی طاقت بھی ناکام ہوئی اور نامراد ہوئی (سبحان اللہ)۔

تیسری دلیل جو ہے دلالت ''الفطرة'' (فطرت کی دلالت)۔اور ہر وہ انسان یا ہر وہ لوگ جن کی فطرت منحرف نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں یہاں تک کہ یہ جو درند اور پرند بھی ہیں جانور بھی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور چیونٹیوں کا قصہ معروف ہے سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں جو آیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا استسقاء کے لیے باہر نکلے اپنا لشکر بھی لے کر جا رہے تھے تو راستے میں ایک چیونٹی کو دیکھا جو زمین پر پڑی ہے اور اپنی چھوٹی سی ٹانگیں اوپر کی ہوئی ہیں آسمان کی طرف اور دعا مانگ رہی ہے ''اللَّهُمَّ، أَنَا خَلْقٌ مِن خَلْقِكَ فلاَ تَمْنَعْ عَنَّا سُقْيَاكَ'' (اللہ ہم بھی تیری چھوٹی مخلوق ہیں ہمیں بارش سے محروم نہ فرما(سبحان اللہ))۔تو سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ کہا ہے ''فقَالَ: ارْجِعوا فقَدْ سُقِيتُمْ بدَعْوةِ غيرِكُمْ'' (چلو واپس چلو تمہیں یعنی بارش برسے گی (ان شاءاللہ) لیکن تمہاری دعا سے نہیں کسی اور کی دعا سے)۔کس کی دعا سے؟ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی مخلوق (ٹائنی (tiny) چھوٹی سی مخلوق) چیونٹی سے (سبحان اللہ)۔

تو یہ فطرت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کا اقرار کرتی ہے اور آپ دیکھ لیں یعنی کہ قریب زمانے میں غالباً آسٹریلیا کے کسی جنگل میں آج سے غالباً پچاس ساٹھ سال پہلے کی بات ہے یا شاید اس سے پہلے ایک قبیلے کو ڈسکور (discover) کیا گیا وہاں پر جو دنیا سے بالکل منقطع تھے (بالکل کچھ نہیں بالکل دور تھے) جب ان سے گفتگو ہوئی تو وہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے تھے اور کچھ خاص لفظ "اتناتو" وغیرہ کوئی ایسا لفظ وہ بیان کرتے تھے تو بڑی مشکل سے ٹرانسلیشن کروا کر لوگوں سے کہ بھئی یہ کیا کہتے ہیں! کہتے ہیں "خالق ہے جسے ہم مانتے ہیں وہ رہتا آسمانوں پر ہے زمین پر نہیں رہتا اس لیے اوپر کی طرف دیکھتے اور مانگتے ہیں، اور اس کو نہ کھانے کی حاجت ہوتی ہے نہ قضاء حاجت ہوتی ہے"۔ منقطع ہیں دنیا سے کچھ نہیں جانتے دنیا میں سے! (سبحان اللہ)۔

کس نے بتایا کہ خالق زمین پر نہیں ہر جگہ نہیں ہوتا خالق آسمان پر ہی ہوتا ہے عرش پر ہوتا ہے خالق کسی کا محتاج نہیں ہوتا وہ حاجت روا ہوتا ہے مشکل کشا ہوتا ہے؟ (سبحان اللہ)۔تو یہ فطرت کی دلیل ہے۔اور جیسے حدیث میں آیا ہے کہ ہر

مولود بچہ جو ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین جو ہیں اسے یہودی بنادیتے ہیں، نصرانی، مجوسی بنادیتے ہیں۔

ماحول کا اثر ہوتا ہے اگر ماحول کو چھوڑ دیں اپنی فطرت پر اسے باہر سے کوئی ملاوٹ نہ کریں تو فطرت باقی رہتی ہے ''الفطرۃ السلیمۃ''، اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار ہو ہی نہیں سکتا لیکن جب باہر سے آلودگی ہو جاتی ہے اور گمراہ جو فکر ہے وہ اس میں شامل کر دی جاتی ہے تو فطرت بھی منحرف ہو جاتی ہے (نعوذ باللہ)۔

اور اس کے لیے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے قرآن مجید میں (یعنی دیکھیں جتنے بھی ہم نے دلائل بیان کیے ہیں عقلی دلائل جو ہیں یہ دلائل قرآن و سنت میں بھی موجود ہیں (سبحان اللہ))۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس فرمان میں ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَـٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أَشْرَكَ ءَابَآؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ﴾ الي آخر الآية (الأعراف: 172-173)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ آیت جو ہے دلالت کرتی ہے کہ انسان جو ہے اپنی فطرت پر گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے وجود اور ربوبیت کی چاہے ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیٹھ میں سے ذریّت کو نکال کر گواہی دلوائی، یا اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں ہی اس عقیدے کو ڈالا ہے کہ وہ اقرار کریں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اور ربوبیت کا۔ تو اس آیت میں دلالت ہے کہ انسان اپنے ربّ کو اپنی فطرت سے جانتا ہے۔

تو یہ چار دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر، شیخ صاحب فرماتے ہیں اور جو چوتھی دلیل ہے شریعت کی (شرعی دلیل) کیونکہ شیخ صاحب فرماتے ہیں، جو بھی رسول آئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت لے کر آئے ہیں جس میں جو بھی مخلوق کے لیے یا لوگوں کے لیے اللہ کے بندوں کے لیے مصلحہ ہے اس میں شامل ہے ربّ رحیم اور حکیم کی طرف سے اور یہ قرآن مجید جو ہے یہ وہ معجزہ ہے جس نے جن اور انس کو عاجز کر دیا کہ اس جیسی اور کتاب لے کر آئے۔

کیونکہ شریعت جو ہے جتنی بھی قرآن مجید کی آیات ہیں صحیح احادیث ہیں یہ سب شرعی دلائل ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود کے۔ یہ قرآن مجید جو ہمارے ہاتھ میں ہے جو ہم پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اس میں جتنے بھی دلائل ہیں سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ فرشتوں پر ایمان سے درس کا آغاز کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (06.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔